اکائی 9 کرشن چندر کی افسانہ نگاری

ساخت

9.1 اغراض ومقاصد

9.2 تمہید

9.3 کرشن چندر:مختصر حالات زندگی

9.3.1 کرشن چندر کے نمائندہ افسانے

9.3.2 کرشن چندر کی افسانہ نگاری

9.4 آپ نے کیا سیکھا

9.5 اپنا امتحان خود لیجئے

9.6 سوالات کے جوابات

9.7 فرہنگ

9.8 کتب برائے مطالعہ

9.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ

- کرشن چندر کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے واقف ہوں گے
- کرشن چندر کے حالات زندگی سے واقف ہوسکیں گے
- کرشن چندر کے اہم اور مشہور افسانوں کو سمجھنے کی کوشش کریں گے
- کرشن چندر کی افسانہ نگاری کی خوبیوں سے واقف ہوں گے

9.2 تمہید

اردو ناول نگاروں اور افسانہ نگاروں کی مختصر ترین فہرست میں بھی کرشن چندر ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ترقی پسند افسانہ نگاروں میں اپنی رنگین اور خوبصورت نثر کے لئے مشہور کرشن چندر نے سب سے زیادہ افسانے لکھے ہیں۔ کرشن چندر کے افسانوں میں موضوعات کا تنوع بھی بہت ہے۔ ترقی پسند افسانہ نگاروں کی مختصر ترین فہرست میں بھی کرشن چندر کا نام شامل ہوگا۔ کرشن چندر کا شمار سب سے زیادہ پڑھے جانے والے افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ کرشن چندر کے ابتدائی افسانوں میں خیال آرائی اور رومانی عنصر کی افراط تھی۔ اپنے ابتدائی افسانوں میں کرشن چندر رومان اور حقیقت کے سنگم پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ لیکن وہ رومان سے حقیقت کی طرف آئے۔ پہلے افسانوی مجموعہ ''طلسم خیال'' آتا ہے اور پھر ''نظارے'' کی اشاعت ہوئی۔ دراصل یہ طلسماتی دنیا سے نکل کر حقیقی دنیا کا نظارہ کرنے کی کہانی ہے۔ کرشن چندر نے کالو بھنگی، ان داتا، گرجن کی ایک شام، دو فرلانگ لمبی سڑک،

زندگی کے موڑ پر، مہالکشمی کا پل، پشاور ایکس پریس، پورے چاند کی رات جیسے عمدہ افسانے لکھے۔

ان کے افسانوں میں کشمیر کا حسن بھی نظر آتا ہے اور کشمیر کی غربت بھی نظر آتی ہے۔ قحط بنگال پر انھوں نے ''ان داتا'' جیسا ناقابل فراموش افسانہ لکھا۔ انھوں نے ''بالکونی'' اور ''زندگی کے موڑ پر'' جیسے طویل افسانے بھی لکھے۔ ''طلسم خیال'' کے افسانوں میں پنجاب کی فضا اور ایک عام سی زندگی ملتی ہے۔ ان افسانوں میں غربت اور افلاس کا کوئی گہرا سماجی شعور نہیں ملتا بلکہ یوں ہی کہیں کہیں غربت اور افلاس کا ذکر آجاتا ہے۔ لیکن بعد میں کرشن چندر کے خیالات میں تبدیلی آتی ہے۔ ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں جیسے جیسے شدت آتی جاتی ہے ویسے ہی کرشن چندر کے افسانوں کے موضوعات بھی بدلتے جاتے ہیں۔ ان کے بعد کے افسانوں میں گہرا سماجی شعور نظر آتا ہے۔ کرشن چندر نے خوب لکھا اور اچھا لکھا ہے۔ ان کے ناول اور افسانے اپنے زمانے میں بھی مقبول تھے اور آج بھی مقبول ہیں۔

9.3 کرشن چندر: مختصر حالات زندگی

مشہور و معروف افسانہ نگار و ناول نگار کرشن چندر 23 نومبر 1914ء کو راجستھان کے شہر بھرت پور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گوری شنکر چوپڑا وہاں میڈیکل افسر تھے۔ بعد میں انھوں نے اس وقت کی ریاست پونچھ میں ملازمت کر لی تھی۔ کرشن چند کا بچپن وہیں گزرا۔ کرشن چندر نے تحصیل مہنڈر گڑھ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اردو انھوں نے پانچویں جماعت سے پڑھنی شروع کی اور آٹھویں جماعت میں اختیاری مضمون فارسی لے لیا۔

کرشن چندر نے میٹرک کا امتحان سیکنڈ ڈویزن میں وکٹوریہ ہائی اسکول سے پاس کیا۔ جس کے بعد انھوں نے لاہور کے فارمن کرسچین کالج میں داخلہ لے لیا۔ اسی زمانے میں ان کی ملاقات بھگت سنگھ کے ساتھیوں سے ہوئی اور وہ انقلابی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے۔ انھیں گرفتار کرکے دو ماہ لاہور کے قلعہ میں نظر بند بھی رکھا گیا۔ ایف اے میں وہ فیل ہوگئے تو شرم کی وجہ سے گھر سے بھاگ کر کلکتہ چلے گئے۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ ان کی والدہ ان کے لاپتہ ہو جانے سے بیمار ہوگئی ہیں تو واپس آگئے۔ اس کے بعد انھوں نے سنجیدگی سے تعلیم جاری رکھی اور انگریزی میں ایم اے اور پھر ایل ایل بی کیا لیکن وکالت کے پیشے میں ان کی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ان کی دلچسپی ادب میں تھی اور انھوں نے مختلف رسالوں کے لئے لکھنا شروع کر دیا تھا اور ادبی حلقوں میں ان کی شناخت بننے لگی تھی۔ اس زمانے میں ان کی کہانیوں کے کئی مجموعے، ''طلسم خیال''، ''نظارے''، اور ''نغمے کی موت'' شائع ہو چکے تھے، جن کو سراہا گیا تھا۔ ان کا پہلا ناول ''شکست'' 1943ء میں منظر عام پر آیا۔

کرشن چندر شروع سے ہی ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہو گئے تھے اور 1938ء میں کلکتہ میں منعقد کی گئی کل ہند انجمن ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس میں انھوں نے صوبہ پنجاب کے نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی تھی۔ یہیں ان کا تعارف سجاد ظہیر اور پروفیسر احمد علی وغیرہ سے ہوا۔ اور انھیں انجمن ترقی پسند مصنفین صوبہ پنجاب کا سکریٹری مقرر کر دیا گیا۔ 1939ء میں احمد شاہ بخاری (پطرس) نے، جو آل انڈیا ریڈیو کے ڈپٹی ڈائرکٹر تھے، انھیں آل انڈیا ریڈیو لاہور میں پروگرام اسسٹنٹ کی ملازمت دے دی۔ انھوں نے تین سال تک لاہور، دہلی اور لکھنؤ میں بطور پروگرام اسسٹنٹ کام کیا۔ اس وقت دہلی کے ریڈیو اسٹیشن پر سعادت حسن منٹو بھی تھے جن سے بعد میں ممبئی قیام کے زمانے میں بھی کرشن چندر کی دوستی رہی۔ اسی زمانہ میں ان کی ماں نے ان کی شادی ودیاوتی سے کر

دی۔ان کی بیوی سے تعلقات بہت اچھے نہیں رہے۔گھریلو زندگی اکثر الجھنوں اور پریشانیوں سے گھری رہی۔

کرشن چندر ریڈیو کی ملازمت سے مطمئن نہیں تھے۔اتفاق سے اسی زمانے میں پونے کی شالیمار فلم کمپنی کے پروڈیوسر/ ڈائرکٹر زیڈ احمد نے ان کا ایک افسانہ پڑھا اور انھیں ٹیلیفون کر کے اپنی فلم کمپنی میں مکالمے لکھنے کی دعوت دی۔کرشن چندر نے ریڈیو کی ملازمت چھوڑ دی اور پونے روانہ ہوگئے۔پونے کا زمانہ کرشن چندر کی زندگی کا یادگار اور رنگین زمانہ تھا۔پونے کی زندگی زندہ دلی اور عیش وعشرت کی زندگی تھی۔تخلیقی لحاظ سے بھی یہ ان کا اچھا دور تھا جس میں انھوں نے ''ان داتا'' اور ''موبی'' جیسی کہانیاں لکھیں۔

کرشن چندر 1946ء میں پونے سے بمبئی چلے گئے جہاں ان کو بمبئی ٹاکیز میں ڈیڑھ ہزار روپے ماہوار پر ملازمت مل گئی۔اس کمپنی میں ایک سال کام کرنے کے بعد وہ ملازمت ترک کر کے فلموں کے پروڈیوسر اور ڈائرکٹر بن گئے۔ان کی پہلی فلم ''سرائے کے باہر'' ان کے ایک ریڈیائی ڈرامے پر مبنی تھی۔اس میں ان کے بھائی مہندر ناتھ ہیرو تھے۔کرشن چندر نے تقریباً دو درجن فلموں کے لئے کہانی، منظر نامے یا مکالمے لکھے ان میں کچھ فلمیں چلیں بھی لیکن بطور فلم رائٹر وہ فلموں میں کوئی بلند مقام نہیں حاصل کر سکے۔

1966ء میں کرشن چندر کو سوویت لینڈ نہرو ایوارڈ سے نوازا گیا جس کے ساتھ پندرہ دن کے لئے سوویت یونین کے دورے کی دعوت بھی تھی۔کرشن چندر نے سلمی صدیقی کے ساتھ روس کا دورہ کیا جہاں ان کا پر جوش خیر مقدم کیا گیا۔روسی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ترجموں کے ذریعہ ان کی تحریروں سے واقف اور ان کے مداح تھے۔ 1973ء میں فلمز ڈویژن نے ان کی قد آور اور عالمگیر شخصیت کے پیش نظر ان کی زندگی پر ایک ڈاکیومنٹری فلم بنانے کا فیصلہ کیا اور یہ کام ان کے بھائی مہندر ناتھ کے سپرد کیا گیا۔فلم کی شوٹنگ بمبئی پونے اور کشمیر میں ہوئی۔1969ء میں ان کو پدم بھوشن کے خطاب سے نوازا گیا۔31 مئی 2017ء کو ان کی یاد میں محکمہ ڈاک وتار نے دس روپے کا ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔اس کے علاوہ کچھ اور چھوٹے بڑے انعامات سے انھیں نوازا گیا۔

کرشن چندر دل کے مریض تھے۔ان کو کئی بار دل کے دورے پڑے تھے لیکن علاج ہوا اور وہ صحت یاب ہوئے۔ لیکن 5 مارچ 1977ء کو ان کو ایک بار پھر دل کا دورہ پڑا اور وہ 8 مارچ 1977 کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

9.3.1 کرشن چندر کے نمائندہ افسانے

کرشن چندر کا پہلا افسانوی مجموعہ طلسم خیال 1939 میں شائع ہوا۔اس مجموعہ کا پہلا افسانہ ''جہلم میں ناؤ پر'' ہے۔یہ ایک سفر کی کہانی ہے۔دراصل اس افسانے سے کرشن چندر نے اپنا افسانوی سفر شروع کیا۔کرشن چندر نے جب افسانہ نگاری کی شروعات کی تو ان کے سامنے لاہور کی وہ زندگی تھی جسے وہ دیکھ چکے تھے اور کشمیر کا وہ حسن تھا جس سے ان کی آنکھیں خیرہ تھیں۔اس افسانے میں دو سفر ہیں، ایک لاری کا سفر ایک ناؤ کا سفر۔دراصل یہ بھی لاہور اور کشمیر کا سفر ہے۔لاری میں تین درجے ہیں۔کس درجے میں کون سفر کر رہا ہے یہ دکھانا ضروری تھا۔ طبقاتی کشمکش کسی نہ کسی صورت ان کے افسانوں میں ابتدا ہی سے موجود ہے۔اس کے بعد ناؤ کا سفر شروع ہوتا ہے۔وہی ایک بدصورت عورت، ایک تعلیم یافتہ خوبصورت لڑکی، ماجھی کا نغمہ، ناؤ کا سفر جہلم ندی کے اس پار ختم ہو جاتا ہے لیکن افسانہ نگار ایک فلسفی کی طرح سوچتا رہتا ہے کہ آخر یہ سفر ہے کیا؟ یہ سفر کب ختم ہوگا؟ کس موڑ پر ختم

ہوگا؟ اس افسانے میں کرشن چندر ایک مصور کی طرح نظر آتے ہیں۔

''دو فرلانگ لمبی سڑک'' کا شمار بھی کرشن چندر کے نمائندہ افسانوں میں ہوتا ہے۔ کرشن چندر کا یہ افسانہ رسالہ ''ہمایوں'' کے اکتوبر 1938 کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ اس افسانے میں کرشن چندر نے تکنیک کا بڑا خوبصورت تجربہ کیا تھا۔

''دو فرلانگ لمبی سڑک'' اردو کا ایسا افسانہ ہے جو افسانے کے روایتی اور بندھے ٹکے اصولوں سے الگ ہٹ کر لکھا گیا ہے۔ یہ کرشن چندر کا ایک کامیاب تجربہ ہے۔ اسے اردو کا پہلا علامتی افسانہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ کرشن چندر کے افسانوی فن پر گفتگو کرنے والے اکثر ناقدین نے لکھا ہے کہ کرشن چندر کے افسانوں میں کردار نگاری ان کا کمزور پہلو ہے۔ لیکن ''کالو بھنگی'' ایک ایسا افسانہ ہے جو کردار نگاری کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ ''کالو بھنگی'' کا شمار کرشن چندر کے بہترین افسانوں میں ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا کردار ہے جو خود افسانہ نگار سے چمٹ جاتا ہے۔ وہ خود تقاضہ کر کے افسانہ لکھواتا ہے۔ کالو بھنگی میں کرشن چندر کا فن اپنے عروج پر ہے۔ ہر منظر کے پیچھے کالو بھنگی ہے اور افسانہ نگار بظاہر اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے۔ لیکن بے زاری کی فضا سے وہ کالو بھنگی کا کردار ابھارتے ہیں۔ وہ بظاہر غیر ضروری کردار دراصل سب سے ضروری کردار بن جاتا ہے۔ کرشن چندر وہ غیر متوازن سماج بدل دینا چاہتے ہیں جس میں کالو بھنگی فریادی بن کر ان کے دل و دماغ پر چھایا ہوا ہے۔

کرشن چندر کا افسانوی مجموعہ ''ٹوٹے ہوئے تارے'' 1947 میں شائع ہوا۔ اس مجموعے میں شامل ایک اہم افسانہ ''حسن اور حیوان'' بھی ہے۔ اس افسانے میں کرشن چندر نے شعور کی رو کی تکنیک کا استعمال کیا ہے۔ وہی تکنیک جسے ترقی پسند تحریک کے روح رواں سید سجاد ظہیر نے اپنے ناولٹ ''لندن کی ایک رات'' میں کیا تھا۔ قرۃ العین حیدر نے اپنے شاہکار ناول ''آگ کا دریا'' میں بھی شعور کی رو کی تکنیک کا استعمال کیا ہے۔ کئی مناظر جوڑ کر وہ سماج کی تصویر دکھاتے ہیں۔ کچھ غیر مربوط کڑیوں کو جوڑ کر وہ افسانہ ''حسن اور حیوان'' کی تخلیق کرتے ہیں۔ اس میں کوئی منظّم پلاٹ نہیں ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار ایک مسافر ہے۔ اسی مسافر کی آنکھ مختلف مناظر دیکھتی ہے۔ یہ مسافر پیدل اور خچر پہ سفر کرتا ہے۔ وہ خوشامد پسند بنیا کو دیکھتا ہے، لاچار عاشق کو دیکھتا ہے اور لڑکیوں کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ مسافر تمام مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور سماج کو بدلنے کے بارے میں سوچتا ہے۔

کرشن چندر کے مقبول و مشہور افسانوں میں ''ان داتا'' کا شمار ہوتا ہے۔ ہمارے افسانوی اور غیر افسانوی ادب میں قحط بنگال کا ذکر بار بار ملتا ہے۔ قحط بنگال کے موضوع پر ''ان داتا'' بہت اہم افسانہ ہے۔ یہ ایک طویل مختصر افسانہ ہے جسے ہندی اور انگریزی میں ناولٹ کے طور پر شائع کیا گیا۔ یوں تو قحط بنگال پر کئی افسانے لکھے گئے لیکن ''ان داتا'' کی تکنیک نے اسے بہت خاص بنا دیا۔ اس افسانے میں افسانہ نگار ایک ہی واقعے کو تین مختلف زاویوں سے دیکھتا ہے۔ افسانے کے پہلے حصے میں خطوط، دوسرے حصے میں مکالمہ اور تیسرے حصے میں خود کلامی ہے۔ مشہور نقاد ممتاز حسین اس افسانے کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''ان داتا'' کو ایک طویل مختصر افسانہ نہیں سمجھتا ہوں۔ کیوں کہ ان داتا میں رپورتاژ، ڈراما، افسانہ کی ملی جلی شکل ہے۔ کچھ لوگ اسے فینٹسی بھی بتاتے ہیں لیکن یہ بھی ٹھیک نہیں معلوم ہوتا ہے۔

مہالکشمی کا پل کرشن چندر کا بہت اہم افسانہ ہے۔ یہ ترقی پسند تحریک کی انتہا پسندی کے دور کی یادگار ہے۔ مہالکشمی

کا پل ایک جذباتی افسانہ ہے۔مشہور ترقی پسند شاعر اور ترقی پسند تحریک کے قائد علی سردار جعفری کی بمبئی میں گرفتاری کے بعد کرشن چندر نے یہ افسانہ پیش کیا تھا۔ وہ صاف طور پر دنیا کو بتا رہے تھے کہ وہ مہالکشمی کے پل کے بائیں جانب کھڑے ہیں۔ بائیں طرف کھڑے ہونے کی معنویت بھی خوب ہے۔وہ کہتے ہیں کہ مہالکشمی کے پل کے بائیں طرف جدھر وہ کھڑے ہیں ادھر مظلوم لوگ کھڑے ہیں جنھیں ظلم و جبر کا شکار بنایا گیا ہے۔ مہالکشمی کے پل پر کئی ساڑھیاں سکھائی جا رہی ہیں،انھیں ساڑیوں کے حوالے سے بات کر کے کرشن چندر کتنے مناظر دکھاتے ہیں۔ برتن دھونے والی کام والی بائی،مزدور اور غریب لوگوں کی زندگی کی مشکلات کا اظہار کرتے ہیں۔

تقسیم ہند کے بعد پھوٹ پڑنے والے فسادات پر دوسرے ترقی پسند افسانہ نگاروں کی طرح کرشن چندر نے بھی کئی افسانے لکھے ہیں۔فسادات کے تعلق سے ''ہم وحشی ہیں'' اور ''پشاور ایکسپریس'' ان کے شاہکار افسانے ہیں۔ جہاں تک افسانہ ''پشاور ایکس پریس'' کا تعلق ہے تو اس افسانے کا مرکزی کردار کوئی فرد نہیں بلکہ ریل گاڑی ہے۔ پشاور سے بمبئی تک سفر کرنے والی ریل گاڑی کو وسیلہ بنا کر کرشن چندر نے اپنے جذبات کا اظہار خوبصورت پیرائے میں کیا ہے۔ یہ ریل گاڑی پشاور سے ہندوؤں کو لاد کر بمبئی کی جانب جا رہی ہے اور راولپنڈی،ٹکشلا،لاہور وغیرہ اسٹیشنوں پر مسافروں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے وہ روح کو تڑپا دینے والا ہے۔

اپنے نظریات کی ترجمانی کرنے کے لئے کرشن چندر نے جو افسانے لکھے ان میں ایک اہم افسانہ ''اجنتا سے آگے'' بھی ہے۔اس افسانے میں کرشن چندر نے رپورتاژ کی تکنیک کا سہارا لیا ہے۔ یہ تقریباً 28 صفحات پر پھیلا ایک طویل افسانہ ہے۔اس افسانے میں انھوں نے سرمایہ دارانہ نظام پر چوٹ کی ہے۔ جاگیردارانہ نظام پر لعنت ملامت کی ہے۔اس افسانے میں نسیم، وسیم، نکہت، نزہت جیسے کرداروں کو اپنی چھیڑ چھاڑ کا نشانہ بنا کر کرشن چندر اپنے نظریات کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں۔اس افسانے میں وہ افسانہ نگار سے زیادہ ایک کمیونسٹ کا رکن نظر آتے ہیں۔اس افسانے میں وہ بار بار انقلاب کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اجنتا کی خوبصورتی کو غاروں سے نکال کر کھیتوں،کھلیانوں اور کارخانوں تک لے جانا چاہتے ہیں۔اس افسانے کے فن پر کرشن چندر کا نظریہ حاوی ہے۔کرشن چندر نے جہاں جہاں اپنے نظریات کی تبلیغ پر لگام لگانے کی کوشش کی ہے وہاں وہاں ان کا فن نکھر کر سامنے آیا ہے۔

9.3.2 کرشن چندر کی افسانہ نگاری

کرشن چندر کے افسانوں میں حقیقت اور رومان کا بڑا خوبصورت امتزاج ملتا ہے۔کرشن چندر بدلتی ہوئی ہندوستانی زندگی کے ساتھ رومانیت سے حقیقت کی طرف بڑھے۔ ان کے لکھنے کے انداز میں جذباتی وفور اور شاعرانہ گداز ملتا ہے۔انھوں نے مواد کے لئے اس زندگی کو سامنے رکھا جو ہر لمحہ نئے سانچے میں ڈھلنے کے لئے تلملا رہی تھی۔ان کے موضوعات کا تنوع بھی حیرت خیز ہے۔ بالکونی، ان داتا، ٹوٹے ہوئے تارے، زندگی کے موڑ پر، تین غنڈے جیسے افسانے لکھ کر اردو افسانے کے نگار خانے میں بڑے حسین مرقع یکجا کر دئے ہیں۔ان کے افسانوں میں موضوعات کا زبردست تنوع ملتا ہے۔موضوعات کا تنوع ان کی افسانہ نگاری کا ایک امتیازی پہلو ہے۔

جب 1960 کے آس پاس جدید رجحان ابھرا تو کرشن چندر نے بھی علامتی افسانے لکھنے کی کوشش کی۔ان کے

افسانے ''مردہ سمندر'' ''چوراہے کا کنوا'' اور ''ٹیڑھی میڑھی بیل'' کو علامتی افسانہ بنا کر پیش کیا گیا۔ حالانکہ جدیدیت کے علمبرداروں نے ان افسانوں کو علامتی افسانہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔لیکن کرشن چندر کی افسانہ نگاری کے امتیازی پہلوؤں پر غور کرتے ہوئے ہمیں ان باتوں پر بھی غور کرنا چاہئے کہ کرشن چندر جیسا خالص ترقی پسند افسانہ نگار تبدیلی کو قبول کرنے کی کوشش تو کرتا ہے۔ مقصدی ادب پر ایمان رکھنے والا افسانہ نگار، مزدوروں کسانوں، غریب لوگوں کو موضوع بنا کر افسانہ نگاری کرنے کی وکالت کرنے والا افسانہ نگار اگر علامتی افسانے لکھنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ اپنے آپ میں بڑی بات ہے۔

کرشن چندر کے افسانوں کا ذکر ہو اور ان کی خوبصورت زبان زیر بحث نہ آئے یہ ممکن نہیں۔ کرشن چندر کی زبان پر تمام ناقدین نے اظہار خیال کیا ہے۔ اس بات پر سبھی متفق ہیں کہ کرشن چندر خوبصورت نثر لکھتے ہیں۔ ان کے افسانوں کی نثر میں ایک خاص دلکشی پائی جاتی ہے۔ ممتاز ترقی پسند نقاد پروفیسر سید احتشام حسین اپنی کتاب ''اردو ادب کی تنقیدی تاریخ'' میں لکھتے ہیں: ''کرشن چندر کی زبان بڑی جذباتی، رنگین، شیریں اور جاندار ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اپنی تحریروں میں جادو بھر دیتے ہیں اور قاری ان کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی ان کا مقصد ان کے فن پر چھا جاتا ہے۔'' پروفیسر سید احتشام حسین کی اس رائے کی روشنی میں بھی کرشن چندر کے افسانوں کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

کرشن چندر کے افسانوں میں کشمیر، کشمیر کا حسن اور کشمیری عوام کی غربت کا ذکر بار بار ہوتا ہے۔ کرشن چندر خود کشمیر میں رہے ہیں جہاں ان کے والد سرکاری ڈاکٹر تھے۔ کرشن چندر نہ صرف کشمیر کے حسن میں کھو جاتے ہیں بلکہ ان کا ترقی پسند ذہن بھوک، افلاس، غربت اور بے بسی کے اسباب بھی تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کشمیر کے خوبصورت قدرتی مناظر سے بھی بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کی خوبصورت رنگین نثر کو یہ مناظر بھلے لگتے ہیں۔ لیکن انھی دلکش مناظر کے درمیان وہ ایک چرواہے کی تلاش بھی کر لیتے ہیں جو زندگی کی آسائشوں سے محروم ہے۔ بلکہ وہ چرواہا اس بات سے بھی واقف نہیں کہ اس کی بدحالی کا ذمہ دار کون ہے؟ کرشن چندر اس غریب چرواہے کی کہانی بھی لکھتے ہیں۔ وہ کالو بھنگی کی کہانی بھی لکھتے ہیں۔

کرشن چندر کی افسانہ نگاری کا ایک امتیازی پہلو یہ بھی ہے کہ انھیں سب سے زیادہ قارئین ملے۔ اپنے ہم عصروں میں سب سے زیادہ پڑھے جانے والے افسانہ نگار کرشن چندر تھے۔ قارئین کی تعداد کے اعتبار سے کرشن چندر سے زیادہ کامیاب افسانہ نگار کوئی نہیں۔ ان کے افسانوں میں رومان اور حقیقت کا جو امتزاج ملتا ہے وہ ہندوستانیوں کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہندوستانی فطرتاً تخئیل پرست اور رومانی ہیں لیکن وقت اور حالات کے تقاضوں نے انھیں واقعیت پسند بھی بنا دیا ہے۔ کرشن چندر کے افسانے ان دونوں مطالبات کو پورا کرتے ہیں۔ وہ اپنی انفرادیت کے ساتھ اجتماعیت کو بھی فراموش نہیں کرتے۔ وہ جب اپنی بات کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ اس کے پردہ میں سارے معاشرے کی بات کر رہے ہیں۔ ان کی آپ بیتی میں جگ بیتی کا انداز ہے اور یہی ان کی کامیابی کا راز ہے۔ کرشن چند کو جنت اور جہنم کو یکجا کرنے کا ہنر آتا ہے۔ وہ روشن دماغ اور کشادہ دل ہیں اور انھوں نے اپنے فن کو بھی ان ہی خوبیوں سے مالا مال کر دیا ہے۔

کرشن چندر ایک ذہین فنکار تھے۔ ان کی نظر تیز تھی اور ان کا مشاہدہ تیز تھا۔ طنز کے نشتر چبھونا بھی جانتے تھے۔ کبھی کبھی تلخی اور جھلاہٹ بھی نظر آتی ہے۔ طنز کی تیزی بھی دھار بن کر ان کے فن میں شامل ہو گیا۔ وہ بڑی

چابک دستی سے معاشرے کی گندگی سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ان کے اندر کا مارکسی فن کار کسی نہ کسی صورت سماج کی ناہمواری کا ذمہ دار سامراجیت کا قرار دیتا ہے۔سماج میں اونچ نیچ کا بھید بھاؤ ہر جگہ موجود تھا اور کرشن چندر جیسا ذہین اور حساس فن کار اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ایسا نہیں ہے کہ کرشن چندر کی سوچ مقامی تھی۔بمبئ کی جھگی جھوپڑی کی زندگی، کشمیر کی غربت کے ساتھ ساتھ وہ عالمی منظرنامے پر بھی نظر رکھتے تھے۔دنیا میں جہاں جہاں ناانصافی اور غیر برابری ہے وہ سب کرشن چندر کے افسانوں کے موضوعات بن جاتے ہیں۔دوسری عالمی جنگ کے نتائج کرشن چندر کے سامنے تھے۔ان کے افسانوں میں جنگ سے نفرت کا اظہار ملتا ہے۔غیر ملکوں کی برتری کو تسلیم نہیں کرتے لیکن ان کے افسانوں میں غیر ملکیوں سے نفرت نہیں ملتا ہے۔ان کے افسانوں میں کسی انگریز یا فرانسیسی سے نفرت نہیں ملتی ہے بلکہ انگلینڈ اور فرانس کی اس سوچ سے نفرت کا اظہار ملتا ہے جو جنگ کی حمایت کرتے ہیں۔وہ جنگ کے حامیوں کے خلاف ہیں لیکن کسی ملک کے شہری کے خلاف نہیں ہیں۔

کرشن چندر کے افسانوں میں عورت کا جس انداز میں ذکر ملتا ہے وہ ان کی افسانہ نگاری کا امتیازی پہلو ہے۔ان کے افسانوں میں عورت کئی روپ میں جلوہ گر نظر آتی ہے۔ان میں محبوبہ کا ایک خوبصورت روپ بھی ہے۔حسن فطرت اور حسن محبوبہ آپس میں مل جاتے ہیں۔انھوں نے ''مہالکشمی کا پل'' میں مختلف مزدور پیشہ عورتوں کا ذکر بہت موثر انداز میں کیا ہے۔ان کے کئی افسانوں میں عورت مرکزی کردار کے روپ میں ابھر کر سامنے آئی ہے۔کرشن چندر نے اپنے افسانوں کے ذریعے ملک میں محبت، اخوت، یکجہتی اور امن کا پیغام پہنچانے کا کام بھی کیا۔وہ ایک بے دار ذہن فن کار تھے۔اپنے افسانوں سے سماج میں مثبت تبدیلی لانے کی کوشش کرتے رہے۔

9.4 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے سیکھا کہ

- ترقی پسند افسانہ نگاروں میں کرشن چندر کا مقام بہت بلند ہے
- کرشن چندر کے افسانوں کے موضوعات میں بے پناہ تنوع پایا جاتا ہے
- کرشن چندر کے افسانوں کی نثر بہت خوبصورت اور رنگین ہے
- کرشن چندر نے افسانوں کے علاوہ ناول بھی لکھے ہیں
- کرشن چندر نے علامتی افسانے بھی لکھے ہیں

9.5 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ کرشن چندر کب اور کہاں پیدا ہوئے اور ان کا بچپن کہاں گزرا؟

2۔ کرشن چندر کے افسانوں میں کشمیر کے حسن کے علاوہ اور کون سے موضوعات اہم ہیں؟

3۔ کرشن چندر اپنے افسانوں میں کیسی زبان استعمال کرتے ہیں؟

4۔ کرشن چندر کی یاد میں کب ڈاک ٹکٹ جاری کیا گیا؟

5۔ حکومت ہند نے کرشن چندر کو کس خطاب سے نوازا؟

9.6 سوالات کے جوابات

1۔ کرشن چندر 23 نومبر 1914ء کو راجستھان کے شہر بھرت پور میں پیدا ہوئے جہاں ان کے والد گوری شنکر چوپڑا میڈیکل افسر تھے۔ بعد میں انھوں نے اس وقت کی ریاست پونچھ میں ملازمت کرلی تھی۔ کرشن چند کا بچپن وہیں گزرا۔

2۔ کرشن چندر نہ صرف کشمیر کے حسن میں کھو جاتے ہیں بلکہ ان کا ترقی پسند ذہن بھوک، افلاس، غربت اور بے بسی کے اسباب بھی تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

3۔ کرشن چندر کی زبان بڑی جذباتی، رنگین، شیریں اور جاندار ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اپنی تحریروں میں جادو بھر دیتے ہیں۔ اور قاری ان کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

4۔ 31 مئی 2017ء کو ان کی یاد میں محکمہ ڈاک وتار نے دس روپے کا ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔

5۔ حکومت ہند نے 1969ء میں کرشن چندر کو پدم بھوشن کے خطاب سے نوازا۔

9.7 فرہنگ

لفظ	معنی
افلاس	مفلسی، تنگ دستی
بربریت	وحشی پن
پند	نصیحت
قاری	پڑھنے والا، علم قرأت کے مطابق قرآن مجید پڑھنے والا
حیوان	جاندار، مویشی، جانور
ان داتا	روٹی دینے والا، آقا، مالک
خیالی	وہمی، قیاسی
رند	شرابی، آوارہ
افراط	زیادتی، کثرت، بہتات

ملتجی	التجا کرنے والا
وحشی	جسے انسانوں سے وحشت ہوتی ہو، جنگلی، غیر مہذب
شاہکار	سب سے بڑا کارنامہ
تیرہ بخت	بدبخت، بدقسمت
مباہات	فخر، شیخی، شان وشوکت
مبادلہ	ادل بدل، باہم تبادلہ
جد	باپ کا باپ، دادا
جدت	نیاپن، تازگی

9.8 کتب برائے مطالعہ

1۔	ریوتی سرن شرما	کرشن چندر کے بہترین افسانے	ایشیا پبلشر، روہنی، نئی دہلی	2004
2۔	پروفیسر قمر رئیس	ترقی پسند ادب: پچاس سالہ سفر	نیا سفر پبلی کیشنز، دہلی	1987
3۔	ڈاکٹر شکیب نیازی	کرشن چندر کے افسانوی ادب میں حقیقت نگاری	موڈرن پبلشنگ ہاؤس، دہلی	1991
4۔	ڈاکٹر احمد حسن	کرشن چندر اور مختصر افسانہ نگاری	موڈرن پبلشنگ ہاؤس، دہلی	1989
5۔	خلیل الرحمٰن اعظمی	اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	2002
6۔	جیلانی بانو	کرشن چندر	ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی	1992
7۔	گوپی چند نارنگ	نیا اردو افسانہ: انتخاب، تجزیے اور مباحث	اردو اکادمی، دہلی	2010
8۔	پروفیسر ابن کنول	اردو افسانہ	کتابی دنیا، ترکمان گیٹ، دہلی	2011

افسانہ	9۔	ڈاکٹر بیگ احساس	کرشن چندر شخصیت اور فن	حسامی بک ڈپو، حیدرآباد	1999
	10۔	عظیم الشان صدیقی	اردو افسانہ : فکری و فنی مباحث	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، کوچہ پنڈت، دہلی	2010
	11۔	نندکشور وکرم	مونوگراف کرشن چندر	اردو اکادمی، دہلی	2014
	12۔	ڈاکٹر صادق	ترقی پسند تحریک اور اردو افسانہ	اردو مجلس، بازار چتلی قبر، دہلی	1981

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY